TAHREER
Journal of Languages & Literature
Vol. 4 No. 3 (2026)
eISSN: 3007-2085
pISSN: 3007-2077
تحریر

The Sufi Dimension of Jalil Aali

جلیل عالی کی صوفیانہ جہت

Gulnaz Azim Bhatti[1*], Dr. Muzaffar Hussain[2]
[1]PhD. Urdu Scholar, [2]Assistant Professor, Department of Urdu, Alhamd Islamic University, Islamabad
***Corresponding Email:** gulnazazeembhatti1976@gmail.com
DOI: https://doi.org/10.65827/tahreer.v4i3.92

Abstract
This research article titled "The Sufi Dimension of Jalil Aali " explores the dynamic, humanist, and modern Sufi elements in Jalil Aali's poetry, distinguishing it from traditional or monastic Sufism. While Sufi poetry in Urdu historically evolved from Baba Farid under the deep influence of classical Persian masters, Jalil Aali integrates these spiritual concepts into contemporary consciousness and universal humanism, prioritizing human dignity over class struggles. Heavily inspired by Allama Iqbal's philosophy of Self-realization, he rejects ascetic world-renunciation, defining Sufism as spiritual awakening, an awareness of the world's transience, and a catalyst for dynamic action where love serves as a creative force balanced with a majestic dervish-like humility. According to literary critics, this Sufi dimension in Jalil Aali's outlook transcends mere terminology; it is deeply rooted in the profound lifestyle of Prophet Muhammad (PBUH) and the active Islamic cultural tradition, providing modern humanity with the spiritual energy to resist materialism, tyranny, and injustice.

Keywords:
Sufi, Dimension, Jalil Aali, Poetry, Urdu, Iqbal, Baba Farid, Prophet Muhammad (PBUH)

Received: 02-09-2026 **Revision:** 07-10-2026 **Online:** 23-11-2026
Accepted: 05-11-2026

This article is licensed under the Creative Commons Attribution (CC BY 4.0). Free use, distribution, and reproduction are permitted with proper citation of the original work.
© The Author(s).

لفظ ''صوفی'' چاہے ''صوف'' سے مشتق ہو یا ''صفا'' سے، وہ ایک ایسی مذہبی اور اخلاقی ہستی ہے جو ملک و ملت کی قید سے بے نیاز ہر قوم و مذہب میں پائی جاتی ہے۔ مولوی صرف ظاہر اور تقلید کا پابند ہوتا ہے جبکہ صوفی باطن اور معنی پر نظر رکھتا ہے اور وہ رسمیات سے بے نیاز ہوتا ہے۔ صوفی لعن طعن اور تشدد کی بجائے نرمی، معافی اور درگزر سے کام لیتا ہے۔ وہ خودی اور خود نمائی سے دور، خاکساری کا پیکر ہوتا ہے اور دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کی بجائے اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے۔[۱] صوفی ہر انسان کی طبیعت کے مطابق اس کی تربیت کرتا ہے۔ اس کے پاس دنیاوی جاہ و جلال نہیں ہوتا لیکن اس کا قبضہ لوگوں کے دلوں پر ہوتا ہے۔ اسی روحانی قدرت اور اقتدار کی وجہ سے بڑے بڑے جبار اور باجبروت بادشاہ بھی اس کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔[۲]

اردو ادب میں صوفیانہ شاعری کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایسے شعرا ہیں جو خود صاحب تجربہ صوفی گزرے ہیں۔ وہ باعمل اور

TAHREER
Journal of Languages & Literature
Vol. 4 No. 3 (2026)
eISSN: 3007-2085
pISSN: 3007-2077
تحریر

بالذات صوفی تھے۔انہوں نے اپنے اخلاقی تجربات، روحانی اور عرفانی مشاہدوں کو بھی شعریت بخشی۔اسی لیے ان کے اشعار میں صوفیانہ خیالات جلوہ گر ہیں۔کچھ ایسے شعرا ہیں جو در حقیقت صوفی تو نہ تھے مگر انہوں نے علمی اور فنی طور پر صوفیانہ موضوعات پر اشعار قلمبند کیے۔پہلے باقاعدہ صوفی شاعر حضرت بابا فرید گنج شکر ہیں۔(۳)

اردو شاعری تصوف کے بغیر بے جان ہے، یعنی قالب تو ہے، مگر روح نہیں۔یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری کی ابتدا سے ہی اس میں تصوف کے افکار و خیالات داخل ہوتے رہے۔قدیم شعرا کسی نہ کسی شکل میں مسائلِ تصوف پر غور و فکر کر کے اپنے تجربات و مشاہدات کو شعری جامہ پہناتے رہے۔زندگی کی حقیقت، خدا کا وجود، کائنات کی بے ثباتی، فنا و بقا کا تصور، عشقِ حقیقی، عشقِ مجازی، وحدت الوجود، وحدت الشہود غرض کہ اس قسم کے متصوفانہ مسائل شعرا کے دل میں پرورش پاتے رہے۔(۴)

اردو شاعری میں صوفیانہ عناصر کی ایک بڑی وجہ فارسی شاعری سے براہِ راست متاثر ہونا بھی ہے۔فارسی شاعری میں صوفیانہ خیالات کی ترجمانی اتنی شدت اور کثرت سے تھی کہ اردو شاعری اپنا دامن نہ بچا پائی۔حضرت مولانا روم، حکیم سنائی، سعدی، حافظ، امیر خسرو وغیرہ کی شاعری میں جو رموز و معرفت پیش کیے گئے، ان سے اردو شاعری بھی متاثر ہوئی۔غرض یہ کہ اردو شاعری میں تصوف کی جلوہ گری فارسی شاعری کی بدولت پیدا ہوئی۔جلیل عالی کی شاعری کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے ہاں تصوف روایتی یا خانقاہی قسم کا نہیں ہے، بلکہ انہوں نے صوفیانہ عناصر کو جدید فکری تناظر، انسانی نفسیات اور عصری شعور کے ساتھ ہم آہنگ کیا ہے۔ان کی شاعری میں مابعد الطبیعاتی حقیقتوں، انسانی دوستی اور باطنی پاکیزگی کا خوبصورت امتزاج ملتا ہے۔

تصوف کا بنیادی ستون خلقِ خدا سے محبت ہے۔جلیل عالی کے ہاں انسان مرکزِ نگاہ ہے۔وہ انسان کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں اور کائنات کے مادی انتشار میں بھی انسانی اقدار اور باطنی وقار کی بحالی پر زور دیتے ہیں۔ان کا صوفیانہ شعور انہیں طبقاتی کشمکش سے بالاتر ہو کر خالص انسانی سطح پر سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔

دنیا میں رہے ، دل میں بسائی نہیں دنیا
رکھے نہ نگاہوں میں نگینے کبھی جھوٹے(۶)

کاروبارِ دنیا میں اہلِ درد کی دولت
سود سب لٹا دینا ، پاس ہر زیاں رکھنا(۷)

جلیل عالی علامہ اقبال کے فکری نظام (تصورِ خودی) سے خاص طور پر متاثر ہیں۔ان کی شاعری میں محض جمود یا ترکِ دنیا کا نام تصوف نہیں بلکہ باطنی بیداری، اپنے اندر جھانکنے اور اپنی اصل کو پہچاننے کا نام ہے۔وہ انسان کو اپنے وجود کے عرفان اور باطنی طاقت کے ادراک کی تربیت دیتے ہیں، جو تصوف کا خاصہ ہے۔

حد خواہش میں جینا ہے تو جاؤ راہ اپنی
نہ دشتِ شوق کی وسعت سے گھبراؤ تو آؤ

یہ درویشوں کی دنیا ہے کرشمے اس کے دیکھو
جہاں سے ہی نہیں خود سے بھی اکتاؤ تو آؤ
رفاقت اہلِ غم کی ایک نشاط مختلف ہے
جو رکھتے ہو جگر میں درد کا گھاؤ تو آؤ
ہمیں اس حکمتِ دوراں کا اک نکتہ بہت ہے
تمنا ہے الٹ دیں وقت کے داؤ تو آؤ(۸)

جلیل عالی مادی دنیا کی چمک دمک اور عارضی رشتوں کو ایک واہمہ اور سراب کے طور پر دیکھتے ہیں۔ان کے نزدیک یہ ظاہری کائنات اصل حقیقت نہیں بلکہ انسان کو اس ظاہری چکاچوند سے گزر کر باطنی حقیقت اور سچائی تک پہنچنا ہوتا ہے۔ان کے نزدیک بھی دنیا کی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ زنجیریں ہیں جو ہمیں اس سے باندھ کر رکھتی ہیں:

میں نے سب زنجیریں توڑیں
کن جتنوں کن تدبیروں سے
صدیوں کی تقدیریں توڑیں
توڑ چکا تہذیب کا بندھن
کاٹ چکا ایمان کا آہن
پھاند چکا مذہب کی کھائی
پھر بھی دنیا ہاتھ نہ آئی(۹)

روایتی تصوف کی طرح جلیل عالی کے ہاں بھی عشق ایک کلیدی قوت ہے، مگر یہ عشق محض مابعد الطبیعاتی یا محض روایتی ہجر و وصال نہیں ہے،ان کا عشق ایک تخلیقی فعالیت اور حرکی جذبہ ہے جو انسان کو جمود سے نکال کر کائنات کے اسرار و رموز سمجھنے اور کٹھن حالات میں ثابت قدم رہنے کا حوصلہ عطا کرتا ہے۔وہ کہتے ہیں:

عمر تو بیت چلی پر یہ گماں ہے اب بھی
اپنے ہاتھوں ہے یہاں کوئی کرشمہ ہونا
کس قدر سہل ہے قربت کی تمنا رکھنا
کتنا دشوار ہے اک چاہنے والا ہونا(10)
یہ خواب تو سوغات ہے صدیوں کے سفر کی
لمحوں کا کرشمہ نہیں تعبیرِ تمنا(۱۱)

جلیل عالی کے لہجے میں صوفیانہ رچاؤ، دھیما پن اور عجز موجود ہے، لیکن اس عجز کے پیچھے ایک فکری مصلحت یا مصلحت پسندی نہیں، بلکہ

TAHREER
Journal of Languages & Literature
Vol. 4 No. 3 (2026)
eISSN: 3007-2085
pISSN: 3007-2077
تحریر

درویشانہ جلال اور حق گوئی ہے۔ وہ مادی مفادات کے سامنے سر نہ جھکانے کی صوفیانہ روایت کو جدید پیرائے میں زندہ رکھتے ہیں۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ فرمایئے:

چراغوں ساتھ جل بجھنا ہمیں منظور عالیؔ
مگر شامل نہیں ہوں گے ہوا کی سازشوں میں(۱۲)

سدا دھوپوں جلے لیکن نہ عالیؔ
اماں مانگی کسی کے سائباں سے(۱۳)

کیوں بات سنو دل کی اس راہ میں تو عالیؔ
بس درد کمانے ہیں بس عمر گنوانی ہے(۱۴)

کسی بخشے ہوئے خلعت کا جب بھی سوچتا ہوں
مجھے اندر سے کر دیتا ہے لیرو لیر کوئی(۱۵)

تری شرر باریوں کی مری خاکساریوں کی
ہوا کبھی تو کرے گی تشہیر ایک جیسی(۱۶)

جلیل عالی کی شاعری میں صوفیانہ عناصر روایتی اصطلاحات کی حد تک محدود نہیں بلکہ انہوں نے تصوف کو ایک طرزِ احساس اور طرزِ حیات کے طور پر برتا ہے۔ ان کا صوفیانہ شعور عصری حسیت سے جڑا ہوا ہے جو انسان کو مادہ پرستی کے اس دور میں اپنی روحانی جڑوں سے وابستہ رہنے کا تخلیقی پیغام دیتا ہے۔ محمود اختر اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"جلیل عالیؔ کے ہاں ایک صوفی کا سادھیما پن ایک تاسف لیکن پر امید عقلی آدمی کا سا رومانی، رجائی انداز اور آہنگ ملتا ہے۔ ان کے ہاں ہر حالت میں ایک عالم، ایک پروفیسر کی سی متانت اور سنجیدگی ملتی ہے۔ خارجی حوالے سے ان کے ہاں مجاہدہ صرف قربانی ہے، ہر طرح کی قربانی اور جہاد۔"(۱۷)

مزاج کے اضطراب سے متعلق وہ ایک شعر میں کہتے ہیں:

رہتے ہیں صبح و شام عجب پیچ و تاب میں
رکھ دیں الٹ کے وقت کی چالیں کسی طرح(۱۸)

چند مزید اشعار ملاحظہ کیجیے:

سارے اعزاز و اکرام ان کے لیے
اور سب تہمتیں اپنے سر دوستو(۱۹)

جیت کا اپنا ایک سرور سہی لیکن
کبھی جیت کو ہار کرو تو پھر دیکھو(۲۰)

تصوف مخصوص خوبیوں کا حامل ہوتا ہے۔اور اگر تصوف شاعری میں داخل ہو جائے تو اس کا ہر رنگ ہر شعر میں جھلکتا ہے۔ جلیل عالی کی صوفیانہ شاعری اسی خصوصیت کی حامل ہے۔فیاض تحسین، جلیل عالی کی صوفیانہ شاعری کے متعلق رقم طراز ہیں:

''جلیل عالی کی شاعری موضوع کے اعتبار سے ایک صوفی کی سرمستی اور سرشاری کی کہانی ہے۔ایک ایسا صوفی جو زمان و مکان کی قید سے رہائی کی خواہش میں موجود سے ناموجود کی طرف محوِ پرواز ہے۔''(۲۱)

جلیل عالی کی شاعری بالائے شعور ہے۔ یہ تخیل اور تصوف میں سفر کرتی ہے۔ تخیل جب اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو تصوف کا آغاز ہوتا ہے۔ جس کو ظاہری نگاہ نہیں پہچان سکتی:

مسافتیں کب گمان میں تھیں سفر سے آگے
نکل گئے اپنی دھن میں اس کے نگر سے آگے
شجر سے اک عمر کی رفاقت کے سلسلے میں
نگاہ اب دیکھتی ہے برگ و ثمر سے آگے
یہ دل شب و روز اس کی گلیوں میں گھومتا ہے
وہ شہر جو بس رہا ہے دشتِ نظر سے آگے(۲۲)

جلیل عالیؔ کو اس حقیقت کا ادراک ہے کہ معلوم کے حصار سے نکل کر ہی نامعلوم کی وسعتوں اور امکانات کا احاطہ کیا جا سکتا ہے:

کبھی تو عالیؔ حصار معلوم سے نکل کر
ندا سنیں خوشبوؤں کی ، جلوے صدا کے دیکھیں(۲۳)

اگر شاعر صوفی ہو تو اس کا تخیل نامعلوم کی تلاش میں رہتا ہے۔ نامعلوم کی یہ تلاش دراصل حقیقت کی تلاش ہے۔یوں ایسے شاعر کو ہم اصلی محقق بھی قرار دے سکتے ہیں۔امان حفیظ، جلیل عالیؔ کی شاعری کے چند پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جلیل عالی کی شاعری میں نامعلوم کی طرف سفر کی بات کی گئی ہے۔ان حقیقتوں کے ادراک کی بات جو ہمارے تصورات کی بنیاد ہے۔ ہم اس رویے کو روحانیت سے تعبیر کریں یا تصوف کا نام دیں، یا محض شاعر کی قوتِ متخیلہ کا مظہر قرار دیں۔ مگر جلیل عالیؔ کی یہ خواہش ان کا آدرش لگتی ہے۔ یہ بات تو طے ہے کہ نامعلوم دنیاؤں کا ادراک قدیم زمانوں سے لے کر آج تک ہمیشہ شاعری کا بڑا موضوع رہا ہے۔اس لحاظ سے جلیل عالی کی شاعری کے ڈانڈے آسمانی کتب سے ملتے ہیں۔''(۲۴)

اسلامی تہذیب سماجی علوم کا اہم موضوع ہے۔ خصوصاً ادب کا تہذیب سے گہرا رشتہ ہے۔ عموماً کوئی بھی مسلم شاعر اپنی شاعری کو اس سے مبرا نہیں کر سکتا۔ کسی نہ کسی طرح وہ اپنی تہذیب کو اپنی شاعری کا حصہ ضرور بنا لیتا ہے۔ جلیل عالی کی شاعری میں اسلامی فکری تہذیبی روایت کا

ذکر کرتے ہوئے توقیر عباس لکھتے ہیں:

''جلیل عالی کی شاعری میں اسلامی فکری تہذیب بھی جلوہ گر ہے۔ اسلام کے تقریباً سبھی پہلو سمٹ جاتے ہیں۔ اصول و فروع دین اور دیگر عناصر بھی برتے گئے ہیں۔''(۲۵)

جب بھی اٹھے اسی کی رضا رخ اٹھے قدم
روکا جدھر سے اس نے ادھر سے ڈرے رہے(۲۶)

تصوف کا ایک اہم پہلو عشق ہے۔ عشق صوفی کو صیقل کرتا ہے۔ عالی کی شاعری میں اس کا رنگ کافی گہرا ہے۔ عشق کے اس رنگ سے متعلق توقیر عباس لکھتے ہیں:

''جو چیز جس کام کے لیے نہیں بنی اس سے وہی کام لینا صرف عشق میں ہی ممکن ہے۔ عشق ایک ایسی قوت ہے جو صحرا کو سمندر اور سمندر کو صحرا میں بدل سکتی ہے۔''(۲۷)

عشق میں بحروں گرد اڑانی پڑتی ہے
اور صحراؤں بیچ بھنورنا ہوتا ہے(۲۸)

ایک عامی اور صوفی میں بڑا فرق سوچ کا ہوتا ہے۔ صوفی کا اندازِ فکر کافی مختلف ہوتا ہے۔ محمد حمید شاہد اپنے مضمون میں جلیل عالی کے بیان کا اعادہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جلیل عالی نے کہیں لکھا تھا کہ صوفیوں، شاعروں، ادیبوں اور مصوروں میں ایک نفسیاتی ٹیڑھ ہوتی ہے جو معاشرے کے عام افراد سے ہٹ کر سوچتے ہیں اور اسی سبب انحرافی کردار متصور ہوتے ہیں۔''(۲۹)

محمد حمید شاہد، جلیل عالی کو ایسا شاعر قرار دیتے ہیں جن کا ایمان سلامت ہے اور اس ایمان سے وہ بے پناہ توانائی اخذ کرتے ہیں:

آنکھ کے بس میں کہاں عکس اتارے اس کے
دلِ بینا ہی سمجھتا ہے اشارے اس کے(۳۰)

جلیل عالیؔ کا دل بینا عشقِ رسول سے بھی سرشار ہے:

دل کسی موسم و ماحول کا محتاج نہیں
ہوں کسی حال میں بھی ہم ہمہ دم تیرےؐ ہیں(۳۱)

تصوف میں مابعد الطبیعات اور روحانیت مل کر کیسے نتیجہ خیز ہو سکتے ہیں۔ جلیل عالیؔ اپنے مضمون میں رقم طراز ہیں:

''انفرادی روحانی و مابعد الطبیعاتی احساس و تجربہ کسی بڑی روحانی و مابعد الطبیعاتی روایت سے ہم رشتہ ہو کر ہی معاشرتی و تہذیبی جہات میں بامعنی اور نتیجہ خیز ہو سکتا ہے۔ عالمی روحانی و مابعد الطبیعاتی روایتوں کے مطالعے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ میری روحانی و مابعد الطبیعاتی اور نفسی و تہذیبی دنیا حضور پاک کی ازل و ابد گیر روحانی واردات اور فعال و متحرک اسلامی فکری و تہذیبی

روایت کی وسعتوں میں ہی زندہ و بیدار ہوتی ہے۔اسی سے میری قومی وابستگی،انسان دوستی اور آفاقیت کا تعین ہوتا ہے اور اسی کے سرمدی سرچشموں سے مجھے جبر واستحصال، ظلم وناانصافی اور سامراجیت کی جملہ صورتوں کے خلاف جہاد،مزاحمت کی قوت اور حوصلہ ملتا ہے۔"(۳۲)

جلیل عالیؔ کے نزدیک بنیادی اخلاقی اقدار معاشرے کی خوبصورتی ہیں۔اگر یہ نہ ہوں تو معاشرہ کراہت آمیز نظر آتا ہے۔وہ پیار، محبت اور خلوص کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پیار وہ پیڑ ہے سو بار اکھاڑو دل سے
پھر بھی سینے میں کوئی داب سلامت رہ جائے(۳۳)

شکست و فتح سے ہم بہت آگے نکل کر
کسی پر جاں لٹانے سرجنگاہ نکلے(۳۴)

دلوں پہ جبر کی شاہی نہ چل سکی
بس اعتبار محبت ہی کارگر ہوا ہے(۳۵)

صبر اور استقامت صوفی کی اہم خصوصیات ہیں۔اگر صبر نہیں ہے تو نقصان ہے اور اگر صبر ہے لیکن مستقل مزاجی نہیں ہے تو بھی خسارہ ہے۔جلیل عالیؔ جہاں عشق و محبت کے تقاضے نبھاتے ہوئے نظر آتے ہیں وہاں حق بات پر ڈٹ جانا اور اپنی خودی کا تحفظ بھی جلوہ گر ہے:

حسبِ حالات زمانے سے روا رکھنے کو
حلم رکھا ہوا ہے سرکشی رکھی ہوئی ہے(۳۶)

پڑے جو ہاتھ گریبان منصفاں پہ تو کیا
کہ دل بہت خمِ میزاں کے تھے ستائے ہوئے
ڈرا رہے ہو کسے سخت موسموں سے کہ ہم
ہیں گرم و سرد زمانہ کے آزمائے ہوئے(۳۷)

تصوف میں عشق کو کائنات کی اصل حرکت اور جوہر مانا گیا ہے۔جلیل عالیؔ کی نظموں اور غزلوں میں عشق کا تصور محض روایتی نہیں بلکہ ایک آفاقی جذبہ ہے جو انسان کو خود غرضی کے حصار سے نکال کر انسانیت اور سچائی سے جوڑتا ہے۔ان کا اسلوبِ بیان صوفیانہ، دھیمے پن، عاجزی اور فکری وقار سے مملو ہے۔

جلیل عالیؔ کی شاعری کا یہ صوفیانہ رخ اقبال کے تصورِ متحرک اور روایتی صوفیانہ امنگوں کا ایک جدید فکری تسلسل ہے۔جو اجنبیت اور تنہائی کے مارے ہوئے جدید انسان کو مٹی اور کائنات سے دوبارہ جوڑنے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔

حوالہ جات

۱. ڈاکٹر مولوی عبدالحق، اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۱۹۸۶ء، ص: ۵
۲. ایضاً
۳. حضرت شیخ مخدوم علی ہجویری، کشف المحجوب (اردو)، مکتبہ تھانوی دیوبند، یوپی، ص: ۳۵
۴. ڈاکٹر محمد طیب ابدالی، اردو میں صوفیانہ شاعری، اسرار کریمی پریس، الہ آباد، ۱۹۸۴ء، ص: ۵۹
۵. ایضاً
۶. جلیل عالی، شوق ستارہ، گورا پبلشرز، اسلام آباد، ۱۹۹۸ء، ص: ۴۷
۷. جلیل عالی، شوق ستارہ، ص: ۱۴
۸. ایضاً، ص: ۲۳
۹. ایضاً، ص: ۱۰۷
۱۰. ایضاً، ص: ۱۱۳
۱۱. ایضاً، ص: ۱۲۰
۱۲. ایضاً، ص: ۳۶
۱۳. جلیل عالی، خواب دریچہ، گندھارا بکس، راولپنڈی، ۱۹۸۵ء، ص: ۹۴
۱۴. ایضاً، ص: ۳۴
۱۵. ایضاً، ص: ۳۸
۱۶. ایضاً، ص: ۵۰
۱۷. محمد اختر، جلیل عالی کی شاعری میں تصوف کا عنصر
۱۸. جلیل عالی، شوق ستارہ، ص: ۵۵
۱۹. ایضاً، ص: ۱۳۹
۲۰. ایضاً، ص: ۵۹
۲۱. فیاض تحسین، جلیل عالی-ایک صوفی شاعر
۲۲. جلیل عالی، شوق ستارہ، ص: ۱۱
۲۳. ایضاً، ص: ۲۱
۲۴. رحمان حفیظ، جلیل عالی کی شاعری کے چند پہلو، روزنامہ، مسلمان، انٹرنیشنل، ۲۴ جون، ۲۰۰۷ء
۲۵. توقیر عباس، آگے ہمارا خوابیہ ہے کا ایک مطالعہ، مشمولہ: آگے ہمارا خوابیہ ہے، فرہاد پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۲۴ء، ص: ۲۵
۲۶. جلیل عالی، آگے ہمارا خوابیہ ہے، فرہاد پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۲۴ء، ص: ۲۶
۲۷. توقیر عباس، آگے ہمارا خوابیہ ہے، ص: ۲۸

۲۸. جلیل عالی، آگے ہمارا خوابیہ ہے، ص:۲۷

۲۹. محمد حمید شاہد، تقریظ، ایک لہر ایسی بھی، فرہاد پبلی کیشنز، راولپنڈی، اپریل ۲۰۲۳ء، ص:۱۳

۳۰. جلیل عالی، ایک لہر ایسی بھی، ص:۱۳

۳۱. ایضاً، ص:۱۴

۳۲. جلیل عالی، میرا فکری و تخلیقی عمل، مشمولہ: عرضِ ہنر سے آگے، ورڈ میٹ، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء، ص:۱۳

۳۳. ایضاً، ص:۳۶

۳۴. ایضاً، ص:۳۸

۳۵. ایضاً، ص:۴۰

۳۶. ایضاً، ص:۴۴

۳۷. ایضاً، ص:۴۶

References

1. ʿAbd al-Ḥaqq, Mawlavī. (1986). *Urdū kī Ibtidāʾī Nashūnumā meṅ Ṣūfiyāʾ-i Kirām kā Kām* (p. 5). Karāchī: Anjuman Taraqqī-i Urdū Pākistān.
2. Ibid.
3. Hujvīrī, Shaykh Makhdūm ʿAlī. (n.d.). *Kashf al-Maḥjūb* (Urdū trans.) (p. 35). Dīoband, U.P.: Maktabah Thānavī.
4. Abdālī, Muḥammad Ṭayyib. (1984). *Urdū meṅ Ṣūfiyānah Shāʿirī* (p. 59). Allahābād: Asrār Karīmī Press.
5. Ibid.
6. ʿĀlī, Jalīl. (n.d.). *Shawq Sitārah* (p. 74). Islāmābād: Gorā Publishers.
7. ʿĀlī, Jalīl. (n.d.). *Shawq Sitārah* (p. 14). Islāmābād: Gorā Publishers.
8. Ibid. (p. 23).
9. Ibid. (p. 107).
10. Ibid. (p. 113).
11. Ibid. (p. 120).
12. Ibid. (p. 36).
13. ʿĀlī, Jalīl. (n.d.). *Khwāb Darīchah* (p. 94). Rāwalpiṇḍī: Gandhārā Books.
14. Ibid. (p. 34).
15. Ibid. (p. 38).
16. Ibid. (p. 50).
17. Akhtar, Muḥammad. (n.d.). *Jalīl ʿĀlī kī Shāʿirī meṅ Taṣawwuf kā ʿUnṣur*.
18. ʿĀlī, Jalīl. (n.d.). *Shawq Sitārah* (p. 55). Islāmābād: Gorā Publishers.
19. Ibid. (p. 139).
20. Ibid. (p. 59).
21. Taḥsīn, Fayyāẓ. (n.d.). *Jalīl ʿĀlī: Ek Ṣūfī Shāʿir*.
22. ʿĀlī, Jalīl. (n.d.). *Shawq Sitārah* (p. 11). Islāmābād: Gorā Publishers.
23. Ibid. (p. 21).

24. Ḥafīẓ, Raḥmān. (2007, June 24). *Jalīl ʿĀlī kī Shāʿirī ke Chand Pahlū*. *Roznāmah Musalmān International*.
25. ʿAbbās, Tawqīr. (2024). *Āge Hamārā Khwābiyah Hai kā Ek Muṭālaʿah*. In *Āge Hamārā Khwābiyah Hai* (p. 25). Rāwalpiṇḍī: Farhād Publications.
26. ʿĀlī, Jalīl. (2024). *Āge Hamārā Khwābiyah Hai* (p. 26). Rāwalpiṇḍī: Farhād Publications.
27. ʿAbbās, Tawqīr. (2024). *Āge Hamārā Khwābiyah Hai kā Ek Muṭālaʿah* (p. 28). Rāwalpiṇḍī: Farhād Publications.
28. ʿĀlī, Jalīl. (2024). *Āge Hamārā Khwābiyah Hai* (p. 27). Rāwalpiṇḍī: Farhād Publications.
29. Shāhid, Muḥammad Ḥamīd. (2023, April). *Taqrīẓ*. In *Ek Lahar Aisī Bhī* (p. 13). Rāwalpiṇḍī: Farhād Publications.
30. ʿĀlī, Jalīl. (2023). *Ek Lahar Aisī Bhī* (p. 13). Rāwalpiṇḍī: Farhād Publications.
31. Ibid. (p. 14).
32. ʿĀlī, Jalīl. (2007). *Merā Fikrī va Takhlīqī ʿAmal*. In *ʿArż-i Hunar se Āge* (p. 13). Islāmābād: Word Mate.
33. Ibid. (p. 36).
34. Ibid. (p. 38).
35. Ibid. (p. 40).
36. Ibid. (p. 44).
37. Ibid. (p. 46).